OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

جی ایس دارا کی کتاب "رسول عربیؐ" کا تجزیاتی مطالعہ

Analytical study of GS Dara's book "*Rsasūl-e-‘Arabī*"

Abida Zia
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies, The Women University, Multan
Dr. Samira Safdar
Lecturer, Department of Islamic Studies, The Women University, Multan

Abstract

Biography refers to describing the events of the Holy Prophet's life, his style of life and teachings. In every era, biographers wrote books on the life of the Holy Prophet. Biography began in early Islam. The appearance of those who picked up the pen on the subject of biography took place during the Prophet's (peace and blessings of Allah be upon him) biographers began to write in honor of him. This trend started in the subcontinent as well Apart from Muslim biographers in the subcontinent, non-Muslim biographers also entered this field. Among these biographers, two types of biographers emerged, one class was the one who was inspired by the teachings of the Holy Prophet (peace be upon him) and wrote out of love for the Prophet (peace be upon him) and the other class was the one who wrote against the Holy Prophet (peace be upon him) out of hatred for the Prophet (peace be upon him) due to jealousy. In such a situation, some non-Muslim biographers wrote moderately. Yes, I am. S. Dara is counted among the authentic biographers. He

supported realism and in honor of him, he wrote in such a way that even Muslim biographers could not help but praise him. When a Muslim biographer writes on this subject, it is generally believed that he as a believer has given a positive account of the life of his beloved Prophet. But when a non-Muslim steps into this valley, a series of questions begin to arise. People start thinking that why did he, as a non-Muslim, write on the biography of the Messenger of Allah? Does his writing contain the fragrance of the Prophet's love or the poison of the Prophet's hatred?

Keywords: Holy Prophet's life, Orientalists, Muslim biographer, non-Muslim steps

تمہید

جی ایس دارا ہندوستان میں پیدا ہونے والے مصلحین میں سے سکھ مت کے بانی بابا گرونانک کی تعلیمات سے متاثر ہونے والے ایک سکھ مذہبی عالم تھے جن کا اصل نام "سردار گوردت سنگھ دارا" تھا، انہوں نے سکھ مت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا اور دم حیات ایک سرگرم رکن کے طور پر خدمات انجام دیتے رہے۔ ان کا نام لندن کے قابل صحافیوں میں شمار کیا جاتا تھا اور انگریز سرکار کی ملازمت بطور تحصیلدار بھی انہوں نے اختیار کی مگر بہت جلد وہ اس رشوت بھرے بازار سے اکتا گئے اور ملازمت ترک کر دی۔ جیسا کہ انہوں نے خود لکھا:

> "میں خود 18 سال کی عمر میں نائب تحصیلدار کی حیثیت سے ملازم ہوا 10 سال کئی ایک آسامیوں پر تعینات رہ کر آخر کار ملازمت سے سبق دوشی اختیار کی۔ ترک ملازمت کی اصل وجہ یہ رشوت اور تعصب کی بھوت تھی جن سے بہت دیر تک جدوجہد کرتا رہا آخر ہار کر میدان چھوڑا اور بھاگ نکلا۔[1]

ہندوستانی کلچر میں رشوت خوری کا ارتقاء کی وجہ سے صاف ذہن لوگوں اور جہاں دیدہ شخصیات کا دم گھٹتا ہے جس کی وہ سے وہ زیادہ دیر تک اس ماحول میں نہیں رہ سکتے یہی وجہ تھی کہ جی ایس دارا بابا گرونانک کی تعلیمات سے متاثر تھے انہوں نے بھی اس کلچر میں زیادہ دیر ملازمت نہ کی اور نوکری کو چھوڑ دیا۔

جی ایس دار 1914ء میں انگلستان آگئے اور بیرسٹری کا امتحان پاس کرنے ائرلینڈ چلے گئے 1917ء میں کامیاب ہو کر وطن لوٹے اور لاہور ہائی کورٹ کے ایڈوکیٹ ہو گئے وکالت کے پیشے سے انہیں انسیت ہو گئی کہ اس پیشے سے مظلوم طبقہ کی دعائیں سمیٹی جاسکتی ہیں اور عزت و شرافت کی زندگی گزاری جاسکتی ہے۔ دارا صاحب نے نہایت درویشانہ اور سادہ زندگی بسر کی ہے۔ اپنے ہاتھ سے کبھی کبھی کچھ ہندوستانی کھانا پکا لیتے ہیں۔ جی ایس دارا ایک سادہ انسان تھی ان کی طبیعت میں مصنوعیت نہ تھی۔ انہوں نے رکھ رکھاؤ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا اور برصغیر کے مسلمانوں کے دل جیتنے کے لیے عمدہ کتاب لکھ ڈالی۔

جی ایس دارا کی کتاب "رسول عربی" کا جائزہ

سیرت نگاری سے مراد آنحضور ﷺ کی حیات طیبہ کے واقعات، آپ ﷺ کا اسلوب زندگی اور تعلیمات کو بیان کرنا ہے۔ ہر زمانے میں سیرت نگاروں نے آنحضور ﷺ کی سیرت پر کتابیں لکھیں۔ سیرت نگاری کی ابتداء اوائل اسلام میں ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کی شان میں لکھنا شروع کیا۔ عہد صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین سے سیرت نگاری کا جو سلسلہ شروع ہوا اس کا رجحان برصغیر میں بھی پیدا ہوا۔ برصغیر میں مسلمان سیرت نگاروں کے علاوہ غیر مسلم سیرت نگاروں نے بھی اس میدان میں قدم رکھا۔ ان سیرت نگاروں میں دو طرح کے سیرت نگار سامنے آئے، ایک طبقہ وہ تھا جو آنحضور ﷺ کی تعلیمات سے متاثر ہوا اور آپ ﷺ کی محبت میں لکھا دوسرا طبقہ وہ تھا جو آنحضور ﷺ سے حسد کی وجہ سے آپ ﷺ کے بغض میں لکھا۔ ایسے میں کچھ غیر مسلم سیرت نگاروں نے اعتدال سے لکھا۔ انہی میں جی۔ ایس دارا کا شمار مستند سیرت نگاروں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے حقیقت پسندی کا دامن تھاما اور آپ ﷺ کی شان میں ایسا لکھا کہ مسلمان سیرت نگار بھی انگشت بدنداں ہو کر انہیں داد تحسین دیے بغیر نہ رہ سکے۔ جب کوئی مسلمان سیرت نگار اس موضوع پر لکھتا ہے تو عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اُس نے بحیثیت مومن اپنے پیارے نبی ﷺ کی سیرت کو مثبت انداز میں بیان کیا ہے۔ لیکن جب کوئی غیر مسلم اس وادی میں قدم رکھتا ہے تو سوالات کا ایک سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ لوگ سوچنے لگتے ہیں کہ اُس نے بطور ایک غیر مسلم رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر کیوں قلم اٹھایا؟ کیا اُس کی تحریر میں محبتِ رسول ﷺ کی خوشبو ہے یا بغض رسول ﷺ کا زہر؟ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ مستشرقین نے ہر دور میں رسول اللہ ﷺ کی ذاتی زندگی پر مختلف اعتراضات کیے ہیں۔ اسی وجہ سے کسی غیر مسلم سیرت نگار کی کتاب پر تحقیق کرنا از حد ضروری ہو جاتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اُس نے یہ کتاب کس مقصد کے تحت لکھی ہے اور اس کی تحریر میں کیا خوبیاں اور خامیاں پوشیدہ ہیں۔ جی ایس دارا بھی ایک غیر مسلم سیرت نگار ہیں جنھوں نے سیرت رسول ﷺ پر ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ یہ تجزیہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ غیر مسلم سیرت نگار کی تحریروں کو کس زاویے سے دیکھا جائے اور مطالعے کے دوران کن پہلوؤں کو پیش نظر رکھا جائے۔ اس قسم کی تحقیق نہ صرف سیرت نگاری کے فن کو بہتر طور پر سمجھنے میں معاون ثابت ہوتی ہے بلکہ مختلف نقطہ نظر کو بھی سامنے لاتی ہے، جس سے علم کی روشنی اور حقیقت کی تلاش مزید روشن ہوتی ہے۔ برصغیر میں انیسویں صدی میں اردو سیرت نگاری کے حوالے سے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس صدی میں سیرت رسول ﷺ پر جہاں مسلمان سیرت نگاروں نے اس میدان میں خوب طبع آزمائی کی وہاں چند غیر مسلم ہندو وسکھ سیرت نگار بھی سامنے آئے جنہوں نے اس موضوع پر لکھا۔ ایسے مصنفین دو طرح کے ہیں ایک وہ جو محبت رسول ﷺ میں آپ ﷺ کی تعلیمات اور عالمگیر راہبری سے متاثر ہوئے انہوں نے مسلمانوں سے جذبہ خیر سگالی، سیاسی مقاصد، ادبی مقاصد یا خالص عشقیہ انداز میں کتب لکھی ہیں۔ اس کے برعکس چند ایسے غیر مسلم سیرت نگار بھی سامنے آئے جنہوں نے بغض رسول ﷺ میں قلم اٹھایا اور آپ ﷺ کی ذاتی زندگی پر اعتراضات کیے۔ ان کے بے بنیاد اعتراضات کے جواب میں بھی کافی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ بہر حال اعتدال کے ساتھ لکھنے والے سیرت نگاروں میں ایک نام "جی ایس دارا" کا بھی ہے جنہوں نے محبت رسول ﷺ میں سرشار ہو کر سیرت رسول ﷺ پر کتاب لکھی۔ اس کتاب کا نام "رسول عربیؐ" ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۳۰ء میں شائع ہوئی، دوسری بار ۱۹۴۰ء اور تیسری بار اپریل ۱۹۷۹ء کو ساجد بک ڈپو، آفریدیان، رام پور، یوپی، انڈیا سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کو مصنف نے چار حصوں اور ۲۳ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ اس کتاب کا دیباچہ ابو الاثر حفیظ جالندھری اور پیش لفظ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے۔ کتاب کا ریویو

مولانا عبد الماجد نے کیا ہے۔ کتاب کو شائع کرنے والے وجیہ اللہ خان قادری، رامپوری نے مثبت انداز میں تاثرات لکھے ہیں۔ کتاب کی تمہید مصنف نے خود لکھی جبکہ تقریب کے عنوان سے ایک مضمون شیخ سر عبد القادر صاحب قبلہ میر انڈیا آف لندن نے لکھا۔ اس کتاب کو شائع کرنے والے وجیہہ اللہ خان قادری یوں لکھتے ہیں:

"علامہ سید سلیمان ندوی نے سیرت النبی کی آخری جلدیں اور دوسری کتابیں لکھ کر امت مسلمہ کے لیے ایک یادگار چھوڑی ہے، جناب حفیظ جالندھری صاحب نے شاہ نامہ اسلام لکھا ہے۔ مولانا عبد الماجد دریا بادی مصنف تفسیر ماجدی اردو ادب تاریخ میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں، ان حضرات نے اس کتاب کی تعریف کی ہے جو سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ مجھے اس کتاب کو چھاپنے کا اس لیے شوق ہوا کہ اس کی طرز تحریر عقیدت و احترام کے ساتھ ساتھ بڑی دل نشین ہے اور سب سے بڑا جو مقصد ہے وہ یہ ہے کہ یہ ہندوستان میں قومی یکجہتی کا سامان فراہم کر سکتی ہے جس کی اب بھی ہندوستان کو ضرورت ہے۔"[2]

جی ایس دارا کی لکھی ہوئی کتاب "رسول عربی ﷺ" ایک ایسی کتاب ہے جس کو مسلمان سیرت نگاروں نے سراہا ہے۔ اس کتاب کے پبلشر وجیہہ اللہ خان قادری نے سید سلیمان ندوی حبیب جالندھری اور مولانا عبد الماجد دریا آبادی کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے بھی اس کتاب کی تعریف کی ہے۔ ان اکابر سیرت نگاروں کا اس کتاب کی تعریف کرنا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ یہ کوئی عام کتاب نہیں ہے بلکہ سیرت کے موضوع پر ایک عمدہ کتاب ہے اور تعصب سے بالاتر ہو کر لکھی گئی کتاب ہے۔ اعتدال پسندی کو اس کتاب میں ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ کتاب کے پبلشر لکھتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو اس لیے چھاپا ہے کیونکہ ہندوستان میں جذبہ خیر سگالی کے تحت مسلمانوں ہندوؤں اور سکھوں کا آپس میں اتفاق ایک وقت کی اہم ضرورت ہے اور یہ کتاب بڑی دل نشین کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں قومی یکجہتی کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرنے والی کتاب ہے۔ انور محمد خالد اردو نثر میں سیرت نگاری میں اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

"دارا صاحب نے پیغمبر اسلام ﷺ کی سوانح عمری بڑی نے نفسی، بے تعصبی کے رنگ میں لکھی ہے۔ کتاب کے ہر حرف سے عشق و محبت کے آب کوثر کی بوندیں ٹپکتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والے کا قلم جوش و خروش کے دریا میں بہتا جا رہا ہے۔ میں نے اس کتاب کو شروع سے آخر تک پڑھا اور ایک رواں کتاب کی حیثیت سے اس کو پسند کیا۔"[3]

انور محمود خالد ایک مستند سیرت نگار ہیں جنہوں نے سیرت کی عمدہ کتاب "اردو نثر میں سیرت نگاری" لکھی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب میں جی ایس دارا کی کتاب کے بارے میں یہ رائے دی ہے کہ دارا صاحب نے پیغمبر اسلام کی سوانح عمری بے تعصب ہو کر لکھی ہے اور کتاب کے ہر ہر لفظ سے عشق اور محبت کی بوندیں ٹپکتی ہیں مصنف کا قلم جوش و خروش کے ساتھ آگے چلتا ہے اور قارئین نے بھی اس کتاب کو بہت پسند کیا ہے۔ پڑھنے والا اس کتاب کو شروع سے لے کر آخر تک پڑھتا ہے۔ اس کتاب میں زبان و بیان کی دلکشی اور ادبی لحاظ سے نمایاں خوبیاں موجود ہیں۔ حفیظ جالندھری یوں لکھتے ہیں:

"ایک سکھ محب رسول صلی اللہ الیہ وسلم کی تصنیف کو شائع کر کے حصول ثواب کا شوق نیز مسلمانوں کو بالخصوص اور دوسرے برادران وطن کو بالعموم اس مخلصانہ و تشریفانہ جذبہ سے آگاہ کرنا چاہتا تھا۔ جو اس تصنیف کا محرک ہوا۔ شاہد یہ باہمی رواداری کو تقویت دے۔"[4]

حفیظ جالندھری جنہوں نے دین اسلام پر مستند کتاب ''شاہنامہ اسلام'' لکھی ہے، وہ بڑے سیرت نگار اور ایک مستند ادیب ہیں انہوں نے بھی جی ایس دارا کی کتاب کو سراہا ہے کہ یہ کتاب ایک محب رسول ﷺ سکھ مصنف کی کی کاوش ہے جنہوں نے بڑی محبت اور خلوص کے ساتھ اس کتاب کو لکھا ہے۔ ان کا جذبہ خیر سگالی اور مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان مذہبی مفاہمت کو پیدا کرنے کے لیے یہ کتاب ایک اہم محرک ہے۔ اس کتاب سے باہمی رواداری کو تقویت ملی ہے۔ برصغیر میں جن حالات میں یہ کتاب لکھی گئی ان حالات میں انگریز حکمران تھے۔ انگریز کی سرپرستی میں ہندو، مسلمان اور سکھ جو اکثریتی باشندے تھے ان کے آپس میں تناؤ کی وجہ سے انگریز نے خوب اقتدار کا لطف اٹھایا، ان حالات کا پس منظر تھا کہ ایسی کتابیں لکھی جائیں جن میں ان تینوں اقوام کے درمیان مذہبی مفاہمت اور اتفاق کی فضا قائم کی جائے تاکہ اتفاق اور اتحاد کی وجہ سے انگریز کے تسلط سے وطن کو آزادی ملے۔ جی ایس دارا نے اس کتاب کو اس انداز میں لکھا کہ مذہبی منافرت کی فضا کم ہوئی اور مذہبی رواداری کے پہلوؤں کو ملحوظ خاطر رکھ کر مسلمانوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کر لیا۔ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

> ''ان کی بے تعصبی اور توحید پرستی دیکھ کر دل بہت خوش ہوا میں اگر ہندوستان کے مختلف فرقوں میں ایسی انسانیت و محبت کے چند افراد پیدا ہو جائیں تو اپنائے ہند کی باہمی الفت اس قدر مستحکم ہو جائے کہ باہر کے دشمن اس کو کبھی توڑ نہ سکیں۔ دارا صاحب نے پیغمبر اسلام کی سوانح عمری بڑی بے نفسی اور بے منصبی کے رنگ میں لکھی ہے۔ کتاب کے حرف حرف سے عشق و محبت کے آپ کو نشر کی بوندیں ٹپکتی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والے کا قلم کس جوش و خروش کے دریا میں بہتا جا رہا ہے۔''[5]

سید سلیمان ندوی نے بھی ابو الاثر حفیظ جالندھری کے موقف کی تائید کی ہے کہ یہ کتاب بے تعصبی اور توحید پرستی کی علمبردار ہے جو ہندوستان میں بڑھتی ہوئی فرقہ واریت اور مذہبی منافرت کی ہوا کو کم کرنے میں مددگار ہے۔ انگریز کے تسلط سے جان چھڑانے کے لیے سکھوں ہندوؤں اور مسلمانوں کا اتفاق وقت کی اہم ضرورت تھا تو اس ضرورت کے پیش نظر یہ کتاب ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ جی ایس دارا نے مذہبی منافرت اور تعصب سے بالاتر ہو کر اس کتاب کے مندرجات کو پوری ایمانداری کے ساتھ لکھا ہے۔ انہوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں مستند کتابوں کے مطابق مندرجات کو ذکر کیا ہے جو سیرت رسول کے مستند ذرائع کہلائے جا سکتے ہیں۔ انور محمود خالد یوں لکھتے ہیں: ''سید سلیمان ندوی مصنف کی بے تعصبی اور توحید پرستی دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اس کی خواہش پر اشاعت اول کے لیے دیباچہ بھی عطا کیا، اس دیباچہ میں سردار صاحب نے دل کھول کر رسول عربی ﷺ کی تعریف کی۔''[6] سید سلیمان ندوی ایک مستند سیرت نگار ہیں جنہوں نے اپنے استاد مولانا شبلی نعمانی کی سیرت النبی ﷺ کی نامکمل جلدوں کو مکمل کیا اور آخری دو جلدیں انہوں نے ہی لکھی ہیں، وہ سیرت کے مستند ذرائع سے بھی بخوبی واقف ہیں۔ انہوں نے اس کتاب کا مطالعہ کر کے مصنف کی بے تعصبی اور توحید پرستی کو سراہا اور انہیں ایک مسودہ فراہم کیا اور اس کتاب کا دیباچہ بھی انہوں نے لکھا اور کتاب کے دیباچہ میں کتاب کے مصنف کو دل کھول کر داد دی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سیرت کی کوئی عام کتاب نہیں ہے بلکہ اعتدال کے ساتھ لکھی جانے والی کتابوں میں سے ایک نمایاں کتاب ہے۔ مولانا عبد الماجد دریا آبادی لکھتے ہیں:

> ''مسٹر جی۔ ایس۔ والا اسی درد آشنا و محبت شعار قوم سکھ کے ایک قابل معزز رکن ہیں۔ ان کا نام اب تک لندن کے ایک انگریزی رسالہ ہند (انڈیا) کے ایڈیٹر کی حیثیت سے معروف تھا لیکن اب معلوم ہوا کہ

ان کا کعبہ لندن نہیں کعبہ حجاز ہے۔ ان کی آنکھیں برقی جگمگاہٹ سے نہیں روح کی نورانیت سے منور ہو رہی ہیں۔ رسول عربیؐ اس مختصر و جامع رسالہ کا نام ہے جو دار صاحب کے تخم محبت کا ثمر اولین ہے اس میں سرور عالم ﷺ کے حالات حیات مبارک شروع سے آخر تک اس انداز سے جمع کر دیئے گئے کہ اکثر مقامات پر ایک مسلمان کو بھی اس خلوص نیاز پر رشک آنے لگتا ہے۔"[7]

مولانا عبد الماجد دریا آبادی مفسر قران اور بیسیوں کتابوں کے مصنف ہیں۔ ایک ادیب کی حیثیت سے انہوں نے جی ایس دارا کی کتاب کا مطالعہ کیا اور کتاب تعریف کی ہے کہ مصنف ایک درد آشنا اور محبت شعار قوم سکھ کے ایک معزز اور قابل رکن ہیں۔ وہ ایک مستند ایڈیٹر کی حیثیت سے لندن میں مشہور ہوئے لیکن ان کی کتاب کو پڑھ کر پتہ چلتا ہے کہ وہ لندن کو اپنا کعبہ نہیں مانتے بلکہ بیت اللہ کو اپنا کعبہ مانتے ہیں توحید پرستی ان کے لفظوں سے صاف عیاں ہے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات سے انہیں پیار ہے اور آپ کی سیرت سے انسیت ایسی ہے کہ انہوں نے ایک شاندار کتاب لکھی ہے جس میں شروع سے آخر تک پیغمبر اسلام ﷺ کے حالات زندگی لکھے ہیں اور دین اسلام کو بھی انہوں نے بخوبی سراہا ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر مسلمان کو بھی مصنف کی خلوص نیاز پر رشک آتا ہے بلاشبہ یہ ایک عمدہ بہترین کتاب ہے۔ اس کتاب کو لکھنے کے حوالے سے مصنف جی ایس دارا لکھتے ہیں:

"میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں پیغمبر اسلام کی زندگی کے حالات پڑھوں اور جو باتیں میں نے سنی ہیں ان کی تصدیق یا تردید کی جستجو کروں۔ پہلی دفعہ جب میں نے اس مضمون پر ایک کتاب دیکھی تو اس کے پڑھنے سے مجھے از حد دلچسپی پیدا ہوئی۔ جوں جوں میرا مطالعہ بڑھتا گیا۔ اتنی ہی آنحضرت کی عظمت میرے دل میں بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ میرے دل میں ایک آرزو پیدا ہوگئی کہ میں ان سب خیالات کو ایک جگہ اکٹھا کروں۔ طرح طرح کی کتابوں کے مطالعہ نے جو میں نے اس مضمون پہ پڑھی تھیں میرے عالم خیال میں ایک پھلواری سی پیدا کر دی۔ پنجابی، ہندی اردو و فارسی اور عربیؐ کے پھول جہاں جہاں سے مجھے دستیاب ہوئے میں نے اپنے گلدستہ کے لیے چن لئے۔ اور نام اس کا "رسول عربیؐ" رکھ کر قوم کی خدمت میں نذر کیا۔"[8]

کتاب کے مصنف جی ایس دارا اپنی تصنیف کی روداد بیان کرتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زندگی کے حالات پر کچھ لکھوں کیونکہ انہوں نے کئی جگہ آپ ﷺ کے خلاف لکھا گیا مواد پڑھا جن کی وجہ سے مذہبی منافرت کو کافی ہوا ملنے لگی اور گلی گلی فتنے کھڑے ہونے لگے تھے تو ان کے دل میں ایک کڑھن سی پیدا ہوئی تو انہوں نے اس کی جستجو کی اور تحقیق کر کے آپ ﷺ کی زندگی کے بارے میں مستند حقائق کے ذریعے ان چیزوں کو واضح کیا جن کے بارے میں معاشرے میں فساد برپا ہونے کا اندیشہ تھا۔ مستشرقین اور دیگر حاسدین اسلام غلط رنگ میں پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتی زندگی کے واقعات کو غلط رنگ میں پیش کرتے تھے تو اس لیے مقصد کی خاطر جی ایس دارا نے مختلف کتابوں کا مطالعہ کیا جن میں عربیؐ فارسی اور اردو کے علاوہ انگریزی کتابیں بھی شامل تھیں۔ ان کتابوں نے مصنف کے دل میں ایک خوبصورت پھلواری پیدا کر دی جو اس کتاب کا اصل میں ہیولیٰ تھا اس کو مد نظر رکھ کر مصنف نے رسول عربیؐ جیسی مستند کتاب لکھی۔ ان کی اس کتاب کو اسی وجہ سے سراہا گیا ہے کہ کیونکہ یہ مستند ذرائع سے مواد اکٹھا کر کے لکھی گئی ہے اور اس کتاب کو

پڑھنے میں قارئین کو واقع دلچسپی ہوتی ہے کیونکہ اس کتاب میں غلط حقائق کی بجائے حضور ﷺ کی ذات کے بارے میں مثبت حقائق موجود ہیں اور کتاب کو اعتدال کے انداز میں لکھا گیا ہے۔ سر عبد القادر ممبر انڈیا ان لندن نے اس کتاب اور اس کے مصنف کی خدمات کو یوں سراہا ہے:

"یہ وہ شخص ہے جسے خیال آیا کہ حضرت محمد کے حالات لکھے اور اس محبت اور کا اظہار کرے جو اسے آنحضرت کی ذات بابرکات سے ہے۔ اس نے اپنی عقیدت کے پھول بارگاہ رسالت پر چڑھائے ہیں۔ اور غالباً قبول ہوئے ہوں گے، یہ نذرانہ دوبارہ پیش کرنے کا موقعہ انہیں مل رہا ہے۔ جب یہ کتاب پہلے شائع ہوئی۔ تو مولینا سلیمان ندوی نے سے پسند کیا تھا۔ اور اس کے لیے ایک مختصر سا دیباچہ لکھا تھا۔ جو اب طبع ثانی سے ساتھ بھی شامل کیا گیا ہے۔"[9]

سر عبد القادر ممبر انڈیا ان لندن جی ایس دارا کی کتاب کے بارے میں اپنی رائے کا یوں اظہار کرتے ہیں کہ جی دارا ایسے شخص ہے جس نے حضور ﷺ کے حالات محبت بھرے انداز میں لکھے ہیں اس کتاب کے مندرجات سے مصنف کی حضور سے محبت اور جذبہ عشق رواں دواں دکھائی دیتا ہے۔ مصنف نے اپنی کتاب کے ہر ہر لفظ کو محبت بھرے اور عقیدت بھرے انداز میں پھولوں کی طرح سجایا ہے۔ یہ کتاب جب شائع ہوئی تو مستند لوگوں نے اسے پسند کیا۔ ایک غیر مسلم کی تصنیف کے بارے میں مستند سیرت نگاروں اور ادیبوں کی صراحت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی عام کتاب نہیں ہے بلکہ سیرت کی ایک عمدہ اور مستند کتاب ہے جو دلچسپ انداز میں لکھی گئی ہے محبت اور عشقیہ انداز غالب ہے۔ یہ کتاب ادبی رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ جگہ جگہ فارسی اشعار پر مشتمل ہے بد قسمتی سے ان اشعار کا ترجمہ نہیں کیا جا سکا مگر ان اشعار کو اور کتاب کے مندرجات کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ یہ سیرت کی ایک عمدہ کتاب ہے۔

جی ایس دارا کی تصنیف کے امکانی مصادر

جی ایس دارا نے سیرت رسول ﷺ پر جو کتاب لکھی اس کے محرکات میں یہ بات شامل ہے کہ انہوں نے سیرت رسول ﷺ پر مستشرقین اور دیگر متعصب سیرت نگاروں کا منفی انداز میں لکھا ہوا مواد پڑھا جس سے مذہبی منافرت کو ہوا مل رہی تھی اور امن عامہ، بین المذاہب ہم آہنگی دونوں متاثر ہو رہے تھے اور لوگوں میں اشتعال پھیلتا جا رہا تھا تو انہوں نے غیر جانبدار قاری کی حیثیت سے سیرت رسول ﷺ پر لکھی گئی عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کتب کا خوب مطالعہ کیا اور اس مطالعے سے ان کے ذہن میں ایک خوبصورت پھلواری کی تشکیل ہوئی اور یہی پھلواری ان کے لیے کتاب لکھنے کا محرک بنی۔ انہوں نے اپنی کتاب کو غیر جانبدار کی حیثیت سے بے تعصبی سے لکھا۔ ان کی کتاب کا مطالعہ بتاتا ہے کہ انہوں نے متعدد کتابوں کو پڑھا۔ ان کی کتاب کے مندرجات سے پتہ چلتا ہے کہ درج ذیل امکانی مصادر ان کے زیر مطالعہ رہے ہیں۔

1. القرآن الکریم
2. سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی
3. سیرت ابن ہشام
4. الطبقات ابن سعد
5. مسدس حالی از الطاف حسین حالی

جی ایس دارا کی کتاب میں سیرت کی کسی مستند کتاب کا حوالہ نہیں دیا گیا اور نہ ہی اقتباسات کو شامل کیا گیا ہے مگر انہوں نے کتاب کو ادبی رنگ دینے کے لیے مسدس حالی سے اشعار کا انتخاب کیا ہے۔ ان کی کتاب ادبی مقام رکھتی ہے جو نظم و نثر دونوں کا شاہکار ہے مگر سیرت کی مستند کتابوں کی طرح مدلل و مستحکم نہیں ہے۔ مصنف نے قرآن مجید کی جن آیات سے استدلال کیا ہے ان میں چند ایک آیات ملاحظہ ہوں:

تکمیل دین:

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ[10]

"آج کے دن میں نے مکمل کر دیا تمہارے لیے تمہارا دین او اپنی نعمتوں کو بھی اور چن لیا اسلام کو تمہارے لیے دین"

کملی والا

یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ۔ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا۔ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا۔ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا۔[11]

"اے چادر اوڑھنے والے۔ رات کے تھوڑے سے حصے کے سوا قیام کرو۔ آدھی رات (قیام کرو) یا اس سے کچھ کم کر لو۔ یا اس پر کچھ اضافہ کر لو اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔"

پہلی وحی کی آیات

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَۚ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍۚ۔ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُۙ۔ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِۙ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ"[12]

"اپنے رب کے نام سے پڑھو جس نے پیدا کیا۔ انسان کو خون کے لوتھڑے سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا"

جی ایس دارا کی تصنیف کی خوبیاں

موضوعات کی ترتیب

اس کتاب میں بحضور رسول عربیؐ کے عنوان سے ایک تمہیدی مضمون لکھا جس میں انہوں نے سرزمین عرب اور اس کے ان باشندوں کی قسمت کو سراہا ہے جنہوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کی زیارت کی۔ کتاب کے حصہ اول میں دو ابواب باب اول میں آنحضرت کی اوائل عمری، باب دوم میں آنحضور ﷺ کی عملی زندگی اور آپ ﷺ کی صداقت و امانت کو بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت خدیجہ کے ساتھ آپ ﷺ کے تعلقات اور دیگر اہم واقعات قبل از رسالت، غلام زید کی رہائی، سنگ اسود جیسے موضوعات کو بیان کیا ہے۔ حصہ دوم میں آغاز نبوت و بعثت کے حالات قلمبند کیے گئے ہیں۔ قریش مکہ کی ستم گری اور ان کے ناپاک منصوبہ جات کو بھی بیان کیا ہے۔ باب چہارم میں ہجرت حبشہ، مشرکان کا تعاقب، مسلمانوں کا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونا، جعفر کی معجز بیانی کے واقعات کو لکھا ہے۔ باب پنجم میں مشرکین کی چالبازیاں، آپ ﷺ کا طائف کا سفر اور باب ششم میں حضرت عمر و حمزہ و طفیل کا تذکرہ کیا ہے۔ باب ہفتم میں مصیبت پر مصیبت حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہ کی رحلت، باب ہشتم میں ہجرت مدینہ، غار کے منہ پر عنکبوت کا جالا، مدینہ میں آنحضرت کی آمد، آغاز اذان کے موضوعات کو بیان کیا ہے۔

حصہ سوم میں میثاق مدینہ، یہود کا طرز عمل، جنگ بدر، جنگ احد اور جنگ خندق، جنگ خیبر اور دیگر اہم واقعات کو بیان کیا ہے۔ حصہ چہارم عہد نامہ حدیبیہ، روانگی مکہ، فتح مکہ، ابو سفیان کا مسلمان ہونا، پیغمبری رحمت، معافی نامے اور جنگ ہوازن و جنگ موتہ کے علاوہ کئی اہم موضوعات کو شامل کیا ہے۔ اس کتاب کے آخری حصہ میں باب انیس میں رسالت و سفارت نبوی ﷺ اور آپ ﷺ کی سفارتی حکمت عملیوں کے متعلق لکھا ہے۔ باب بیس میں وصال کی پیشین گوئی اور الوداعی حج کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں آنحضور ﷺ کے وصال کے متعلق مصنف نے لکھا ہے۔

اسلوب بیان

جی ایس دارا کی کتاب اسلوب اور زبان و بیان کی چاشنی سے مالا مال ہے۔ انہیں عربی، فارسی، انگریزی اور اردو زبان پر مکمل عبور ہونے کی وجہ سے ان کی کتاب میں وافر مقدار میں ادبی خوبیاں موجود ہیں۔ انہوں نے محاورات، ضرب الامثال سے کتاب میں نادر جملے لکھے ہیں جو کتاب کی اضافی ادبی خوبیوں کو دوبالا کر دیتے ہیں:

> ”اے سرزمین عرب، آج وہ دن ہے کہ تیرا نام درو زبان جہاں ہے اور در خلق خدا تیرا ذکر خیر کرتی ہے، کون آنکھ ہے۔ جو تیرے درشن کو نہیں ترستی، وہ کون دل ہے، جو تیری دید کی تمنا نہیں رکھتا، وہ کون ملک ہے جس نے تیرے شاہ کا سکہ نہیں مانا اور وہ کون فرمانروا ہے جس نے تیری حشمت اور دبدبہ کو نہیں جانا اے خطہ عرب تونے اب پرانا جامہ اتارا، تونے نیا تار وہارا، اسے عرب، تونے نیا جنم پایا کیونکہ تجھے رسول خدا ہاتھ آیا، اے عرب! رب کے رنگ نیارے ہیں، داتا جسے چاہے دیدے، ورنہ تیرے ہاتھ آئے یہ دولت محمدی تجھے نصیب ہو یہ جمال احمدی!“[1]

مصنف نے عربوں کی قسمت کا حال ایسے انداز میں لکھا ہے جیسے ایک ادیب اپنی تحریر میں زبان و بیان اور مطالب و مفاہیم کی عمدگی کی چاشنی پیدا کر دیتا ہے اسی طرح جی ایس دارا کی کتاب میں بھی ایسی خوبیوں کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ انہوں اپنی کتاب میں اہل عرب کی زمین اور انہیں خوش قسمت قرار دیا ہے کہ اسی سرزمین میں آقا ﷺ کا ظہور ہوا۔ مصنف کی تحریر میں ایسے الفاظ و تراکیب موجود ہیں جو دلکشی اور کتاب کے ادبی مقام و مرتبہ کو نمایاں کرنے کے لیے کافی ہیں۔ انہوں نے بہت ساری زبانوں کی کتابوں کا مطالعہ کر کے ان کی زبان و بیان کو پرکھا اور اپنے ہاں اسلوب کی عمدگی کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔

اہل عرب کی خوش قسمتی

جی ایس دارا نے اپنی کتاب آغاز میں آنحضور ﷺ کی بڑی عمدہ انداز میں تعریف کی ہے اور شاعرانہ طرز میں آپ ﷺ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے اور ان لوگوں کو خوش قسمت اور خوش نصیب کہا جنہوں نے حضور ﷺ کے زمانے میں آنکھ کھولی اور عرب کی سرزمین کو بھی خوش قسمت کہا ہے کہ جہاں آپ ﷺ تشریف لائے۔ ان کی کتاب سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> ”ایک صاحب کمال آیا۔ جس نے جلوۂ حق دکھایا۔ جس کسی نے اسے پریم کی آنکھوں سے دیکھا۔ اس کی تمنائے زندگی پوری ہو گئی جس کی نگاہ شوق اس پر پڑی اسے منہ مانگی مراد مل گئی۔ جس بشر کو اس من موہن نے اپنا درشن دیا۔ اس کے جنم بھر کا پاپ کٹ گیا۔[13]

---

1 جی ایس دارا، رسول عربی، ص ۲۳

آناں که خاک را به نظر کیمیا کنند
آیا بود که گوشه چشم بما کنند

اے عرب کیا ہی عجب ہوں گے تیرے بھاگ جو تو نے نور خدا اپنی آنکھوں دیکھا۔ کیا ہی اچھے ہوں گے تیرے بخت جو تو نے جبیب خدا کے اپنی آنکھوں درشن کئے اے ولایت عرب! اے بن اور بیابان کے باس اے درندو کی چرندوں کی بھوم۔ اے چوروں ڈاکوؤں کے ماڈی اے رہزنوں اور لیٹروں کے مسکن۔ اے اُجاڑ گنواروں کے ٹھکائے اے ازلی بادہ نوشوں کے خم خانہ۔ اے وحشی عرب تجھ میں بھرے تھے۔ دنیا کے بادہ کار اور جگت کے مکار نام نہاد کے انسان۔ مگر کرتوت کے شیطان۔ سچ ہے:

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ
ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ

فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ
نہ تھا کوئی قانوں کا تازیانہ[14]

۔

جی ایس دارانے مسدس حالی کے ان اشعار کو اپنی کتاب میں شامل کیا جن کا مطلب یہ ہے کہ قبل از اسلام عربوں کے کردار وحشیانہ تھے اور وہ پست معیار زندگی اختیار کیے ہوئے تھے، ہر طرف لوٹ مار مچی ہوئی تھی، خون ریزی ان کی گھٹی میں شامل ہو چکی تھی۔ ایک قبیلہ جنگ میں ہوتا تو گویا تمام قبائل دیکھتے ہی دیکھتے اس کی لپیٹ میں آجاتے تھے۔ اس طرح کوئی قانون نہ تھا اور نہ ہی کوئی پرسان حال تھا۔ مظلوم ظلم کی چکی میں پسا ہوتا تھا اور ظالم اپنے ظلم کی وجہ سے پہنچانا جاتا تھا۔ سیرت کی دیگر کتب کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اسلام کی آمد سے پہلے عربوں کے حالات پر لمبی چوڑی بحث کی ہے مگر مصنف جی ایس دارانے مختصر مگر جامع الفاظ میں شاعرانہ اور نثری انداز میں عربوں کا مختصر خاکہ بیان کیا ہے مگر یہ خاکہ پوری تفصیل اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے یوں مصنف ناصرف اس کتاب کے مصنف تھے بلکہ وہ ایک اعلی پایہ کے ادیب معلوم ہوتے ہیں جو کہ سمندر کو کوزے میں بند کرنے کا ملکہ رکھتے ہیں۔ ان کی کتاب کی یہی خوبی ہے کہ انہوں نے مختصر انداز میں واقعات کو ایسے لکھا ہے جیسے سمندر کو کوزے میں بند کیا گیا۔

شاعرانہ انداز

جی ایس دارانے اپنی کتاب کو ادبی رنگ میں لکھا ہے، اس میں شاعرانہ انداز بھی پایا جاتا ہے اور نثری انداز بھی پایا جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت کو انہوں نے یوں شاعرانہ انداز میں بیان کیا ہے ملاحظہ ہو:

جب حسن ازلی پردہ امکان میں آیا
ہر رنگ بہر رنگ ہر اک شان ہیں آیا

حرمت سے ملائک نے اُسے سجدہ کیا ہے

جس وقت کہ وہ صورت انسان میں آیا

گل ہے وہی سنبل ہے ، وہی نرگس حیران
اپنے ہی تماشہ کو گلستان ہیں آیا

قانون وہی ساز وہی طبلہ وہی ہے
ہر تار میں بولا وہ ہر اک تان میں آیا

اول وہی آخر وہی ظاہر و ہی باطن
مذکور یہی آیت قرآن میں آیا[15]

مصنف بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے جب خود کو ظاہر فرمانا چاہا تو اس نے اس کائنات کی ہر اک چیز سے پہلے آنحضور ﷺ کے نور مبارک کو اپنے ہی نور سے پیدا فرمایا اور اس نور کے صدقے ساری کائنات بنائی، کائنات میں انسان کو سب سے اعلیٰ و ارفع مقام دیا کیوں کہ آنحضور ﷺ کا تعلق اسی نوع انسانی سے تھا۔ جب انسان کی تخلیق ہو گئی تو فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم ہوا تاکہ اس کی عظمت و شان سب مخلوقات پر نمایاں ہو سکے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس وقت سجایا گیا جب آنحضور ﷺ کی پیدائش کا وقت آیا، دنیا نے آنحضور ﷺ کی پیدائش کے وقت کے معجزات کو دیکھا۔ مصنف نے جو آخری شعر اپنی کتاب میں شامل کیا وہ دراصل قرآنی آیت کا ترجمہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے قرآن مجید کا مطالعہ کر رکھا ہے قرانی آیات کو شاعرانہ انداز میں پیش کرنے کا ان کا انوکھا اور نرالا انداز ہے۔ انہوں نے منظوم انداز میں عمدہ اشعار پیش کیے ہیں جس سے اختصار و جامعیت کا امتزاج ان کے ہاں ملتا ہے۔ وہ بڑے سے بڑے واقعہ کو مختصر انداز میں شاعری کے ذریعے لکھنے میں کمال رکھتے ہیں۔

محاورات وضرب الامثال

جی ایس دارا کی کتاب میں یہ خوبی ہے کہ ان کی کتاب ادبی رنگ میں لکھی گئی ہے وہ ایک ماہر ادیب کی حیثیت سے زبان و بیان پر مکمل عبور رکھتے ہیں۔ وہ ایسے محاورات اور ضرب الامثال بیان کرتے ہیں جن سے قارئین کو سیرت نبی ﷺ کے مطالعہ سے اخلاقی سبق بھی ملتا ہے ان کی کتاب سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> ”تجارت وصداقت ہر دو ضدین ہیں۔ ان کا ساتھ ساتھ نبھانا گویا آگ پانی کو ملانا ہے۔ تجارت وہ پیشہ ہے کہ جس کے اشتیاق کی اگنی کو اگر حسد و حرص کے بھوت ساتھ ساتھ دھونکتے نہ جائیں، تو بنج بیوپار کا گرم بازار آناً فاناً ٹھنڈا ہو جائے۔ خواہ کوئی کتنی ہی جنس بے بہا کیوں نہ رکھے، جب تک اسے دھوکے کا یہ رنگ نہ دے اور اُسے فریب کے شیشے میں نہ اتارے۔ بھلا کوئی گاہک کیونکر پھنسے جس جگ میں محبت کا معیار

زر اور پریت کی پرکھ پیسہ ہو گیا ہو وہاں مال و متاع کے خریداروں کی دلداری بھلا بجز ریاکاری کس طرح ہو گی۔"[16]

مصنف دور اندیشی کا پہلو بھی اپنی تحریر میں ساتھ ساتھ شامل رکھتے ہیں جہاں کوئی سمجھانے کی بات آتی ہے تو قارئین کو سمجھانے کے ضرب الامثال اور محاورات کا استعمال کرنا بھی جانتے ہیں انہوں نے اپنی کتاب میں جملہ ادبی خوبیوں کو ملحوظ خاطر رکھا ہے جو ایک ادیب اپنی تحریر کا خاصہ بناتا ہے۔جی ایس دارا کی تحریر میں بھی زبان و بیان کی وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو ایک ادبی کتاب کا حصہ ہوتی ہیں، انہوں نے اس کتاب کی تصنیف سے پہلے کئی ادبی کتابوں کا مطالعہ کیا جس کی وجہ سے انہیں زبان و بیان پر مکمل عبور حاصل ہے۔انہوں نے نادر تشبیہات و استعارات کا کھلے دل سے استعمال کیا ہے۔ قارئین اس کتاب کا مطالعہ کرتے وقت محظوظ بھی ہوتے ہیں اور عشق رسول ﷺ کے سمندر میں بھی غوطہ زن ہوتے چلے جاتے ہیں۔اس کتاب کے توسط سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ غیر مسلم کی لکھی گئی سیرت کی کتابوں میں سے ہر کتاب منفی انداز میں نہیں بلکہ مثبت انداز کی کتابیں بھی ان کے ہاں پائی جاتی ہیں۔

فارسی اشعار کا استعمال

فارسی زبان کو صوفیاء کی زبان سمجھا جاتا ہے اس زبان کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں عشق و محبت رسول کا اچھوتا انداز دیکھنے کو ملتا ہے۔صوفیائے برصغیر کے علاوہ دنیا کے کئی خطوں میں رہے اور فارسی میں عشق رسول ﷺ کے نغمے الاپتے رہے۔جی ایس دارا کو بھی ان صوفیاء سے یہ نسبت حاصل ہے کہ انہوں نے فارسی زبان میں بھی مہارت حاصل کی ہے اور جابجا اپنی کتاب میں فارسی اشعار کا استعمال کیا ہے مگر بدقسمتی سے نہ فارسی اشعار کا ترجمہ نہ ہو سکا اور کتاب میں یوں ہی بدستور فارسی اشعار موجود ہیں ان اشعار کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

اے چہرۂ زیبائے تو رشک بتاں آذری
ھر چند و صفت می کنم در حسن زان بالاتری

تو از پری چابکتری و زبرگ گل نازی تری
و زہرچہ گویم بھتری حقا عجائب دلبری

آفاق ہا گردیدہ مہر بتان ور زیدہ ام
بسیار خوبان دیدہ اما تو چیزے دیگری

تا نقش می بند و فلک کس را نداده این نمک
حوری نہ دانم یا ملک فرزند آدم یا پری

ہرگز نباید در نظر صورت ز رویت خوبتر

شمسی ندانم یا قمر یا زھرہ یا مشتری[17]

۔

فارسی زبان کے ان اشعار میں شاعر نے عمدگی سے آنحضور ﷺ کی آمد کا تذکرہ شاعرانہ انداز میں کیا ہے۔ آنحضور ﷺ کی امتیازی خصوصیات کو ان اشعار کے توسط سے پیش کیا ہے کہ دنیا میں آپ ﷺ کی کوئی مثال نہ ہے اور نہ ہی کوئی ایسی شخصیت ماضی گزری ہے اور نہ ہی مستقبل میں کوئی ایسی شخصیت ظاہر ہوگی جو آنحضور ﷺ جیسی ہو۔ مصنف ایک ماہر ادیب کے علاوہ زبان و بیان پر مکمل عبور رکھتے ہیں۔ انہیں قرآن و حدیث کے علاوہ سیرت کی مستند کتب سے بھی آگاہی حاصل ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کے لیے مختلف کتب سے مواد کا انتخاب کیا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کا انداز عشقیہ اور والہانہ ہے جو خلوص و حقیقت پر مبنی ہے۔ مصنف نے فارسی زبان اور اس کے اسرار و رموز پر بھی دسترس حاصل کر رکھی ہے کہ وہ سادگی سے محبت رسول ﷺ کے عمیق سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں اور قاری کو بھی اپنے مخصوص سحر میں جکڑے رکھنے کا ملکہ بخوبی رکھتے ہیں۔ یہ وہ اشعار ہیں جن میں آقا دوجہاں ﷺ کی مدحت بیان کی گئی ہے۔ شاعر نے بخوبی انداز میں آقائے دوجہاں حضرت محمد ﷺ کی شان میں لب کشائی کی ہے، جی ایس دارا نے ان اشعار کا مطالعہ کیا اور بہتر سمجھا کہ یہ اشعار ان کی کتاب کا حصہ بنیں۔ ان اشعار کی وجہ سے جی ایس دارا کی کتاب ایک مسلم سیرت نگار کا شاہکار معلوم ہوتی ہے۔

آنحضور ﷺ کی مکی زندگی:

جی ایس دارا کی کتاب میں یہ خوبی ہے کہ انہوں نے آنحضور ﷺ کی مکی زندگی کے واقعات کو مختصر مگر جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ آپ ﷺ کی پیدائش، بچپن، لڑکپن، جوانی اور بعثت کے موضوعات کو مربوط انداز میں بیان کیا ہے۔ انہوں نے سفر معراج کے علاوہ باقی تمام اہم موضوعات کا تذکرہ اپنی کتاب میں کیا ہے۔ ان کے ہاں ایسے انداز میں یہ واقعات ملتے ہیں جن سے توحید کی شمع روشن ہوتی نظر آتی ہے اور باطل کا اٹوٹ پاش پاش ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> ”میں پیغمبر خدا ہوں اور اس کا پیغام دنیا کے لئے لایا ہوں۔ مجھ پر لازم ہے کہ میں تم کو اللہ کی عبادت کا راستہ بتاؤں تم سے رام نام جپاؤں اور مندر کی مورتیوں کی پوجن چھڑاؤں، نہ تمہارے مال کی طمع مجھے اس کام سے ہٹا سکتی ہے نہ تمہارے منصب کا لالچ میرے دل سے یہ خیال مٹا سکتا ہے۔ اے بھولے بھٹکے لوگو، کیا تم مجھے اتنا ہمت کا ہیٹا اور حوصلہ کا پست جانتے ہو جب تک دم میں دم ہے اللہ کے نام کا ڈنکا بجاؤں گا، اور توحید کا پرچار کروں گا بتوں کی پوجا تمہارا ایمان ہے۔ اور رام کا نام تمہارے لئے کفر مجھے یہ کفر تمہارے ایمان سے افضل ہے، اور سدا رہے گا۔“[18]

مصنف کی یہ خوبی ہے کہ اس نے توحید باری تعالیٰ کا پرچار عمدگی سے کیا ہے اور آنحضور ﷺ کی طرف سے کفار کو جو ان کی چالبازیوں کے جوابات دیے گئے ان کو احسن انداز میں صریحاً بیان کیا ہے کہ حق، حق ہو کر غالب ہو جاتا ہے اور باطل کی بے بنیاد چالبازیوں کا پول کھل جاتا ہے۔ توحید باری تعالیٰ کے دلائل عمدگی کے ساتھ مصنف بیان کرتے ہیں کہ قاری کا یقین اللہ تعالیٰ کی ذات سے پختہ ہو تا جاتا ہے۔

قریش مکہ کی چالبازیاں

مصنف نے آنحضور ﷺ کی بعثت کے واقعات میں کفار کو کی جانے والی تبلیغ کو کماحقہ لکھا ہے کہ جیسے کسی مسلمان سیرت نگار نے ان واقعات کو لکھا ہو۔ ان کے ہاں ایسا منطقی انداز ملتا ہے جن سے کفار مکہ کی چالبازیاں عیاں ہو کر رہ جاتی ہیں۔

> ''ایک شخص کو تعینات کیا گیا۔ جو آپ کے پاس جائے اور آپ کو سمجھائے اور یہ کہے کہ تم کعبہ کے بتوں اور ہمارے معبودوں کے خلاف سخت کلمات استعمال نہ کیا کرو اور نہ خدا پرستی کا چرچا کیا کرو۔ اگر تم اس بات کو مان جائے۔ تو ہم اس کے عوض میں جو منصب تم چاہتے ہو، تمھیں اس پر سرفراز کر دیں گے مگر ہم چاہتے یہ ہیں کہ تم زبان درازی بند کرو۔ اور ہر وقت یہ خدا خدا نہ کیا کرو۔''[19]

آنحضور ﷺ کی دعوت و تبلیغ کے موضوعات کو مصنف نے منطقی انداز میں لکھا ہے کہ تاثیر کی جھلک واضح ہو کر سامنے آتی ہے۔ کفار مکہ کی چالبازیوں اور ان کے جوابات کے باب میں مصنف نے ایسے اسلوب کا استعمال کیا ہے جیسے ان مکالمات کو آنکھوں دیکھا حال بیان کیا گیا ہو۔ کفار مکہ نے آپ ﷺ کو دعوتی مشن سے باز رکھنے کی ممکنہ کوششیں کر ڈالی اور آپ ﷺ کو وہ سب چیزوں کی پیشکش کی جو اس زمانے میں ہر نوجوان کی ترجیحات میں شامل ہوتی تھیں۔ مصنف نے اپنے انداز سے ان کے سارے حربے و حیلے بے نقاب کیے اور توحید و رسالت کے پختہ دلائل کو منطقی انداز میں بیان کیا ہے۔

آنحضور ﷺ کی مدنی زندگی

مصنف نے حضور ﷺ کی مکی زندگی کے واقعات کو احسن انداز میں بیان کرنے کے بعد آپ ﷺ کو مدینہ میں ایک سردار کی حیثیت سے دکھایا ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ میں تشریف لے گئے تو لوگ چھوٹے بڑے بچے بچیاں آپ ﷺ کے استقبال کے لیے کھڑے تھے ہر کوئی یہ چاہتا تھا کہ آپ ﷺ ہمارے گھر میں تشریف فرما ہوں مگر آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ کی جانب سے حکم ہے کہ میری اونٹنی جہاں بیٹھ جائے گی وہیں ہمارا ٹھکانہ ہو گا اسی طرح آپ ﷺ مدینہ پہنچے وہاں آپ ﷺ نے مواخات مدینہ قائم کیا۔ ایک انصاری کو ایک مہاجر کا بھائی بھائی بنا دیا۔ انصار کے ایثار کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنا مال آدھوں آدھ اپنے مہاجر بھائیوں کو دے رہے تھے اور مہاجرین کی خودداری کا یہ عالم تھا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ ہمیں بازار کا راستہ دکھاؤ اسی طرح آپ ﷺ نے مدینہ میں رہنے والے قبائل میں جھگڑا ختم کرنے کے لیے میثاق مدینہ کی بنیاد رکھی اور آپ ﷺ اسلام کی پہلی ریاست کے امیر بنے۔ آپ ﷺ نے یہود و نصاریٰ کے ساتھ تعلقات اور سفارتی حکمت عملیوں یہاں پر خوب توجہ دی۔ اس دوران کفار کے مکہ کی جانب سے شرارتوں کا سلسلہ نہ تھم سکا یکے بعد دیگرے کئی جنگیں ہوئیں جن کو مصنف نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے مصنف لکھتے ہیں:

> ''آنحضور ﷺ نے مدینہ کے باشندوں میں قومیت کی ایک روح پھونک دی تھی، کیا مسلم کیا کفار اور کیا مہاجر کیا انصار سبھی نے ایک دوسرے سے اتحاد اور اتفاق کا سبق سیکھ لیا، اور وہ پرانی عربیؐ عادت اور برے خصائل ترک کر دیے۔ آپ ﷺ نے انہیں یہ خوبی ذہن نشین کرایا کہ خواہ ہم میں اختلافات کچھ بھی ہوں مگر ہم لوگوں کو قومیت کا احساس رکھنا لازم ہے، بغیر اس کے کوئی قوم فلاح نہیں پا سکتی، اگر ہم لوگ باہمی تنازعات میں ہر وقت اچھے رہیں گے تو دائمی کسی کی غیر کی اطاعت میں ہی رہیں گے۔ ہر بشر کو چاہیے کہ مقدم خیال وہ اپنی قوم کا دل میں رکھے، اور اپنی ذاتی خواہشات کو قومی خیالات پر کبھی

ترجیح نہ دے، جو شخص ترجیح دیتا ہے وہ انسان کے درجہ سے اتر کر حیوانوں کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔"[20]

مصنف نے آپ ﷺ کی مدنی زندگی کے تمام اہم واقعات کو بیان کیا ہے، آپ ﷺ کی سفارتی حکمت عملی، جنگی حکمت عملی اور تبلیغی حکمت عملی کو صریح انداز میں بیان کیا ہے جو مصنف کی خوبیاں شمار ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ کے آخری معمولات اور وصال کے پیشین گوئی کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے آخری حج اور امت کو کی جانے والی نصیحتوں کا بھی تذکرہ جی ایس دارا کی کتاب میں بخوبی ملتا ہے۔

جی ایس دارا کی تصنیف میں چند خامیاں

بنو ہاشم کی خاندانی شرافت وسیادت

جب کوئی مسلمان سیرت نگار سیرت کی کتاب لکھتا ہے تو وہ مختلف علوم شرقیہ میں مہارت حاصل کر کے اس میدان میں قدم رکھتا ہے جبکہ کوئی غیر مسلم اور مغربی تہذیب سے وابستہ سیرت نگار اس میدان میں قدم رکھتا ہے تو اس کے لیے گویا عربی علوم ایک نیا تجربہ کی مانند ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنی تصنیف میں نہ چاہتے ہوئے بھی کچھ نہ کچھ خامیوں کا متحمل ہو جاتا ہے، یہ خامیاں ایسی نہیں ہیں جن کو دانستہ طور پر شامل تحریر کیا گیا ہو مگر مطالعہ کی کمی اور عربی علوم سے ناواقفیت بھی ان خامیوں کا سبب بن سکتی ہے۔ جی ایس دارا نے شاید ان مستند کتب سیرت کا مطالعہ نہ کیا ہو جن سے سیرت نگار استفادہ کر کے اپنی ایک نئی کتاب تخلیق کرتے ہیں، اسی وجہ سے جی ایس دارا کی کتاب میں چند مقامات پر ایسی خامیوں کی موجودگی پائی گئی ہے جو ان کے مطالعہ میں کمی کی وجہ سے ہیں۔ مثلاً مصنف نے آنحضور ﷺ کے دادا کی سرداری کو اس طرح بیان کی ہے:

"ایک دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا کہ غنیم نے باہر سے آکر مکہ پر ایک زبردست دھاوا کیا۔ حضور ﷺ کے پردادا نے مردانہ وار مقابلہ کیا اور ایسا جان توڑ کر لڑے کہ اس دشمن کو شکست فاش ہونی پڑی اور اسے بھاگتے ہی بنی اس نمایاں کام سے کے صلے میں لوگوں نے اس بزرگ کو سردار مکہ مقرر کر دیا اور یہ عہدہ سرداری میراث میں دے دیا۔"[21]

مصنف کا یہ اقتباس سیرت کی دیگر کتابوں میں نہیں پایا جاتا ہے۔ انہوں نے یہ اقتباس بغیر کسی بنیاد کے لکھا ہے۔ یہ ان کی کتاب کی ایک خامی تصور کی جائے گی کہ انہوں نے قریش کی خاندانی سیادت و شرافت کو حقائق کے ساتھ بیان نہیں کیا ہے کہ انہیں یہ عزت و شرافت آباؤ واجداد سے ورثے میں ملی ہے۔

حضرت عبد المطلب کی بتوں سے ندا:

جی ایس دارا کی کتاب میں جہاں بہت ساری خوبیاں ہیں وہاں چند ایک خامیوں کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔ انہوں نے حضرت عبد المطلب سے منسوب یہ بات کر دی ہے کہ جب ان کے ہاں پوتے حضرت محمد ﷺ کی پیدائش ہوئی تو وہ انہیں بتوں کے پاس لے گئے حالانکہ سیرت کی مستند کتب میں ایسی کوئی بات مذکور نہ ہے۔ بچے کو طواف کرانا عرب کے رسم و رواج کے مطابق بزرگ عبد المطلب کو طواف کے لیے خانہ کعبہ میں لے گئے حرم محترم میں پہنچ کر انہوں نے حسب معمول پتھروں کو سجدہ کیا اور بتوں کے سامنے سر جھکایا اور ان کے حضور میں دعا مانگی۔

"اے بتو میرا بخت خفتہ بیدار ہوا، میرا بھولا بھٹکا نصیب یاور ہوا، جو میرے بیٹے کے گھر بیٹا ہوا اے مندروں کی مورتیوں میرے بچے کو زندگی بخشے اور اس کی عمر دراز کیجیے "[22]

مصنف نے یہ مفروضہ اپنی جانب سے گھڑا ہوا ہے کہ حضرت عبد المطلب بتوں کے سامنے جھکے جبکہ تاریخ و سیرت کی دیگر کتب میں ایسے واقعات نہیں ملتے جن سے یہ نتیجہ نکلے کہ آنحضور ﷺ کے دادا حضرت عبد المطلب توحید سے دور ہو کر بتوں سے التجا کرتے ہوں۔ اس کا جواب سیرت ابن ہشام میں لکھا ہوا ہے۔

جنگ بدر کا سبب:

مصنف جنگ بدر کی وجہ لکھتے ہیں ایک شخص عبد اللہ بن ابی مدینہ کا باشندہ جو شوق شاہی دماغ رکھتا تھا اس کا خیال تھا کہ وہ مدینہ والوں کا بادشاہ بن جائے گا اس نے ایک تاج بھی اپنے لیے تیار کرایا تھا مگر حضرت ﷺ کی تشریف آوری سے یہ تھا دھرا رہ گیا ۔آپ ﷺ کے اقبال اور روز افزوں کا حاسد ہو گیا مگر مکہ والے تو پہلے ہی آپ کے جان کے دشمن تھے۔ دشمن کا دشمن دوست ہوا کرتا تھا۔[23]

سیرت ابن ہشام میں ابن اسحاق کہتے ہیں:

"جب یہ خبر حضور سے گوش گزار ہوئی کہ ابو سفیان ملک شام سے قریش کا بہت بڑا قاصد لے کر آرہا ہے جس جس میں قریش کا بہت کثیر مال تجارت ہے اس میں 30 یا 40 آدمی ہیں جب یہ خبر رسول اکرم ﷺ سے سنی تو مسلمانوں کو فرمایا کہ قریش کا قافلہ شام سے بہت مال کے ساتھ آرہا ہے تو اس سے جنگ کے واسطے چلو شاید کہ خدا ان کا مال تم کو دلوا دے۔ بعض لوگ تو بخوشی راضی ہو گئے اور بعض لوگ منکر ہوئے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ رسول اکرم جنگ کر گئے ابو سفیان جب مدینہ کے قریب پہنچا تو ہر آتے جاتے سے رسول اکرم ﷺ کے بارے میں دریافت کرتا تھا کیونکہ اس کو رسول اکرم کی طرف سے فکر لگا ہوا تھا۔ جب چنانچہ ایک شخص سے خبر پہنچی کہ آپ نے اس قافلے کے لیے ساتھیوں کو نکلنے کی دعوت دی ہے چنانچہ اسی وقت اس نے زعم بن عمرو غفاری کو کچھ مزدور دے کر مکہ روانہ کیا تھا کہ قریش کو بہت جلد اپنے قافلے کی حفاظت اور حمایت کے واسطے بھیج دیا ابو جہل نے لشکر تیار کیا اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔[24]

سیرت کے مستند کتابوں میں غزوہ بدر کی وجوہات بہت ساری بیان کی گئی ہیں کہ جب قریش مکہ نے دیکھا کہ حضور ﷺ مدینہ میں ہجرت کر کے آرام و سکون کے ساتھ ہیں اور ہمارے لیے خطرہ کا باعث بنیں گے مزید یہ کہ اسلام پھلے پھولے گا اور اسلام دنیا کے کونے کونے تک پھیل جائے گا اور ہمارے دین کا پرچار ختم ہو جائے گا تو انہوں نے آپ ﷺ کو چین سے نہ بیٹھنے دینے کی وجہ سے مدینہ پر پے در پہ حملے کیے مگر مصنف نے جنگ بدر کا جو سبب لکھا ہے وہ ان اسباب میں سے صرف ایک سبب ہے جنگ بدر کے اسباب بہت زیادہ ہے مگر مصنف نے صرف ایک سبب پر اکتفا کیا۔

اہم موضوعات کو ترک کرنا:

واقعہ معراج النبی سیرت کا ایک اہم واقعہ ہے مگر یہ واقعہ مصنف نے بیان نہیں کیا اور اس کے علاوہ انہوں نے حضرت خدیجہ کے علاوہ دیگر امہات المومنین سے نکاح اور صحابہ کرام میں سے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کا تذکرہ صریحاً نہیں کیا ہے۔

شق صدر

حضور ﷺ جب چار برس کے ہوئے تو آپ نے بھائی بہنوں کے ساتھ آگے نکل جاتے تھے اسی مقام پر دو فرشتے آئے حضور ﷺ کا شکم مبارک چاک کر کے ایک سیاہ نقطہ نکال کر اس کو پھینک دیا اور سونے کے ایک دشت میں رکھ کر ہمت کے ایک ہزار آدمیوں کے ہم سنگ کر کے آپ کو تو آپ ہی بھاری ٹھہرے ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا

دعہ فلو وزن بامتہ کلھا لوزنھم

"جانے دو اگر تمام امت کے ساتھ وزن کرو گے تب بھی آپ ﷺ کا پلہ گراں ہو گا[2]

جی ایس دارا نے اپنی کتاب میں شق قمر کا واقعہ بیان نہیں کیا ہے۔

خلاصۂ بحث

جی ایس دارا برصغیر کے غیر مسلم سیرت نگاروں میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں جنہوں نے سکھ برادری سے تعلق رکھنے کے باوجود ہندوستان میں بین المذاہب ہم آہنگی، رواداری کے فروغ کے پیش نظر پیش نظر سیرت رسول ﷺ پر ایک شاندار کتاب لکھی جس کو مستند سیرت نگاروں نے سراہا ہے۔ انہوں نے سیرت رسول ﷺ پر لکھی گئی متعصب سیرت نگاروں کی تحریروں کے رد عمل میں خطے میں پیدا ہونے والی مذہبی منافرت اور اس کے معاشرے پر منفی اثرات کے پیش نظر بے تعصبی اور حقیقت پر مبنی کتاب لکھی۔ مصنف نے جب اس کتاب کو لکھنے کا مصمم ارادہ کر لیا تو عربیؐ، فارسی، اردو اور انگریزی سمیت کئی زبانوں میں لکھی گئی سیرت کی کتابوں کے مطالعے سے ایک پھلواری اپنے ذہن میں سجائی اور اس پھلواری کے مہکتے پھولوں سے عشقیہ انداز میں آنحضور ﷺ کی سوانح عمری لکھی جس کا نام "رسول عربیؐ" رکھا۔ رسول عربیؐ سیرت کی ایک ایسی کتاب ہے جس کو سید سلیمان ندوی، مولانا عبد الماجد دریا آبادی اور حفیظ جالندھری جیسے جید سیرت نگاروں نے داد تحسین پیش کی ہے۔ مصنف جی ایس دارا کی کتاب کے تنقیدی جائزے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ انہوں معراج النبی ﷺ اور معجزات النبی ﷺ کے علاوہ باقی سیرت رسول ﷺ کے تمام اہم موضوعات کو اپنی کتاب میں شامل کیا ہے۔ اس کتاب میں چند موضوعات مثلاً حضرت عبد المطلب کی بتوں کے سامنے آنحضور ﷺ کو لے جا کر التجاء کرنا، بنو ہاشم کی خاندانی شرافت و سیادت کے علاوہ باقی موضوعات میں کوئی خامی نہیں پائی گئی ہے۔ مصنف نے سیرت کی باقی کتابوں کے بر عکس دلائل کو کتاب میں شامل نہیں مگر چند موضوعات میں قرآنی آیات کا تذکرہ کیا ہے۔ مصنف نے اپنی کتاب میں جید سیرت نگاروں مثلاً مولانا الطاف حسین حالی کی مسدس حالی کے اشعار کو کتاب میں شامل کیا ہے، چند اشعار آیات قرآنیہ کے مفہوم پر مشتمل ہے۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو یہ کتاب عمدہ انداز میں اعتدل کے ساتھ لکھی جانے والی کتابوں میں ایک ہے۔

حوالاجات

[1] جی ایس دارا، رسول عربی ﷺ، ساجد بک ڈپو، رام پور، یوپی صفحہ 17۔
[2] وجیہہ اللہ خان قادری، رامپوری، ناشر کا نقطہ نظر، مشمولات، رسول عربی "ساجد بک ڈپو، رامپور، یوپی، ص6۔
[3] انور محمود خالد، ڈاکار، اردو نثر میں سیرت رسول، صفحہ 470۔
[4] حفیظ جالندھری، دیباچہ، "رسول عربی"، ساجد بک ڈپو، رام پور، یوپی، ص7۔
[5] سید سلیمان ندوی، پیش لفظ "رسول عربی" ساجد بک ڈپو، رام پور، یوپی، صفحہ 9۔
[6] انور محمود خالد، ڈاکار، اردو نثر میں سیرت رسول، صفحہ 470۔
[7] عبد المجید دریابادی، تفسیر "رسول عربی"، ساجد بک ڈپو، رام پور، یوپی، ص9۔
[8] جی ایس دارا، پیش لفظ، "رسول عربی"، ساجد بک ڈپو، رام پور، یوپی، انڈیا، 1979، صفحہ 9۔
[9] سر عبد القادر، ممبر انڈیا آفس، لندن، تقریب، مشمولات "رسول عربی"، صفحہ 200۔
[10] القرآن، 6:3۔
[11] القرآن، 1:73-4۔
[12] القرآن، 1:96-5۔
[13] جی ایس دارا، "رسول عربی"، صفحہ 9۔
[14] جی ایس دارا، "رسول عربی"، صفحہ 9۔
[15] جی ایس دارا، "رسول عربی"، صفحہ 9۔
[16] جی ایس دارا، "رسول عربی"، صفحہ 30۔
[17] جی ایس دارا، "رسول عربی"، صفحہ 30۔
[18] جی ایس دارا، "رسول عربی"، صفحہ 30۔
[19] جی ایس دارا، "رسول عربی"، صفحہ 92۔
[20] جی ایس دارا، "رسول عربی"، صفحہ 25۔
[21] جی ایس دارا، "رسول عربی"، صفحہ 25
[22] جی ایس دارا، "رسول عربی"، صفحہ 31۔
[23] جی ایس دارا، "رسول عربی"، صفحہ 91۔
[24] ابن ہشام، سیرۃ ابن ہشام، جلد 1، صفحہ 1۔423۔